مطالعہ استشراق سے دلچسپی
(سہ ماہی "صبح سعادت" کے حوالے سے)

(علمائے برصغیر کے مطالعہ مسیحیت کے حوالے سے "عالم اسلام اور عیسائیت" میں متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ اس سلسلے کی ایک تحریر زیر نظر شمارے میں بھی شامل ہے۔ علماء کرام کے ساتھ ساتھ علمی و دینی جرائد کے بعض مدیروں نے بھی مطالعہ استشراق و مسیحیت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ زیر نظر مقالے میں سہ ماہی "صبح سعادت" پر مبنی رواں صدی کے تیسرے عشرے کے سرمایہ فکر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مدیر)

مولانا ابوالکلام آزاد کے ہفت روزہ "الہلال" (لاہور) نے برصغیر کے علمی و دینی حلقوں میں ایک ارتعاش پیدا کردیا تھا جس کے اثرات رواں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں بالخصوص نمایاں رہے۔ "الہلال" سے متاثر ہونے والوں نے "الہلال" کے پیغام کے مطابق فکر و دانش کی روشنی پھیلانے کی کوشش کی۔ اس سلسلے کی ایک کاوش ۱۹۲۲ء میں "الہلال بک ایجنسی - لاہور"۱ کے نام سے اشاعتی ادارے کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ مولانا آزاد نے تجدید و احیائے دین کی جو ایمان افروز داستان "تذکرہ" میں مرتب کی تھی' اس نے امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگردوں کی کتابوں سے دلچسپی میں اضافہ کردیا تھا۔ الہلال بک ایجنسی کے مقاصد میں مولانا آزاد کے پیغام کے فروغ کے ساتھ امام ابن تیمیہ' حافظ ابن قیم اور اسی مکتب فکر کے دوسرے بلند پایہ مصنفوں کی کتابوں کے تراجم کی اشاعت شامل تھی۔ "تراجم کے لیے بالخصوص وہ کتابیں چنی جاتی تھیں (جو منتظمین کے خیال میں) عقائد کی اصلاح اور اہم دینی مسائل کی تعلیم اور دور حاضر کے مفاسد علم و عمل کے ازالہ کے لیے مفید و موثر"۲ تھیں۔ اپریل ۱۹۲۸ء تک ایجنسی کم و بیش ڈیڑھ درجن کتابیں شائع کر چکی تھی۳ جن میں مولانا غلام رسول مہر کی مولفہ "سیرت امام ابن تیمیہ"۴ بھی شامل تھی۔

"الہلال بک ایجنسی" نے جنوری ۱۹۲۷ء میں حافظ سید احمد کی ادارت میں ایک سہ ماہی "علمی اسلامی رسالہ - صبح سعادت" جاری کیا۔ پہلے شمارے کے "افتتاحیہ" میں لکھا گیا:

یہ عرض کردینا شاید داخل خودستائی نہ سمجھا جائے گا کہ "صبح سعادت" کا حقیقی دائرہ عمل عام رسالوں سے بالکل الگ ہے' اس کے اجراء کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ کتابوں اور مصنفوں کے متعلق ہر قسم کی مفید معلومات بہم پہنچائے اور جو اہل علم دنیا کے ہنگاموں سے الگ بیٹھے خدمت علم میں مصروف ہیں' انہیں دوسرے خدام علم کی مساعی جزیلہ سے آگاہ کرتا رہے۔ "صبح سعادت" میں اس کے سوا جن مقالات کا التزام کیا گیا ہے ان کا مدعا محض یہ ہے کہ اس کام کی خشکی میں کسی حد تک رنگینی اور تنوع پیدا ہو جائے' اس لیے کہ

بزم میں اہل سخن بھی ہیں تماشائی بھی۵

سال کے آخری یعنی چوتھے شمارے میں اشاعتی مشکلات کا ذکر کرنے کے بعد قارئین کو یوں مخاطب کیا گیا ہے:

"صبح سعادت" اردو رسائل و جرائد میں اپنی نوعیت کا بالکل پہلا رسالہ تھا' یہ اردو زبان میں حقیقتاً" موتمۃ الشیوع مطبوعات کا ایک بالکل نیا تجربہ تھا' ہمیں اب تک اسے پیش نظر پیمانے پر پہنچانے کی مہلت نہیں ملی' لیکن ایک سال کی زندگی نے آئندہ کا راستہ بہت بڑی حد تک آسان اور سہل کردیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ --- قارئین کرام صرف اسی ایک رسالے کی خریداری سے دنیا بھر کی بہترین علمی کوششوں' علی الخصوص عالم اسلام کی بہترین مطبوعات' مشاہیر کی سوانح عمریوں' مختلف اسلامی ممالک کی تمدنی' معاشرتی اور سیاسی حالت اور اسی قسم کے دوسرے اہم مطالب و مواضع سے پوری پوری واقفیت حاصل کرسکیں گے۔۶

سہ ماہی "صبح سعادت" نے طباعت کے اچھے معیار پر اشاعت کا آغاز کیا۔ کتابت جلی اور صاف ستھری ہوتی تھی' کاغذ سفید استعمال کیا جاتا تھا اور سرورق نسبتا" ضخیم کاغذ کا ہوتا تھا۔ ہر شمارہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ افتتاحیہ (اداریہ) کے علاوہ باب السیر' لطائف' باب الکتب' باب الترجمہ' افسانہ' ممالک اسلامیہ اور باب الانتقاد اس کے مستقل عنوانات تھے۔ مندرجات کے حوالے سے "صبح سعادت" "الہلال بک ایجنسی" کے مقاصد کی تکمیل کرتا تھا۔

معاصر جرائد نے "صبح سعادت" کا خیر مقدم کیا' مگر یہ شعلہ مستعجل ثابت ہوا اور غالبا" صرف چھ شماروں کے ساتھ اس کی زندگی ختم ہوگئی۔

کتاب خانوں' اشاعت کتب اور نقدو تبصرہ کے حوالے سے "باب الکتب" اور "باب الانتقاد" بالخصوص اہم تھے۔ یہ دونوں باب مدیر کے رشحات قلم پر مشتمل ہوتے تھے' البتہ تبصروں پر "مدیر" کے ساتھ ساتھ "نقاد" کا قلمی نام بھی ملتا ہے۔ یہ کہنا خاصا مشکل ہے کہ "نقاد" کے نقاب میں خود مدیر ہی چھپے ہوئے تھے یا کوئی دوسرے صاحب علم تھے۔ "باب الکتب" میں بالعموم نئی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں خبریں دی جاتی تھیں اور یہ "اخبار علمیہ" کے قائم مقام تھا' البتہ "باب الانتقاد" (جسے آخری شمارے میں "ریویو" سے بدل دیا گیا تھا) میں تعارف و تبصرہ کا حق ادا کیا جاتا تھا۔

"باب الکتب" میں امام ابن تیمیہ" اور ان کے مکتب فکر سے وابستہ اہل علم کی کتابوں کی باز یافت اور اشاعت کے بارے میں اہتمام سے اطلاعات دی جاتی تھیں۔ نیز برصغیر کے اسلامی دینی اداروں کی رفتار اشاعت' بالخصوص مولانا آزاد کی تحریروں سے قارئین کو باخبر رکھا جاتا ہے۔ اس کی ساتھ ساتھ مستشرقین کی سرگرمیوں کا ذکر کیا جاتا تھا۔ اس باب کی جملہ اطلاعات ماخوذ ہوتی تھیں' مگر بالعموم ماخذ کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا۔ ستر سال گزرنے کے باوجود بعض اطلاعات آج بھی دلچسپی کی حامل ہیں۔ ذیل میں ان تمام کا انتخاب دینا تو مشکل ہے' صرف مستشرقین کے کام سے متعلق اطلاعات نقل کی جاتی ہیں۔

"لیڈن (ہالینڈ) کے ایک مطبع نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر اسلامی انسائیکلو پیڈیا کی اشاعت کا سامان کر رکھا ہے' معلوم ہوا ہے کہ اب چند سال میں یہ کام ختم ہو جائے گا۔ اس سلسلے کو شروع ہوئے ستائیس سال ہوگئے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا کے لیے کام کرنے والے علماء کی تعداد ۵۳ ہے' ان میں سے تین ہالینڈ کے ہیں' گیارہ جرمنی کے' سات انگلستان کے' بائیس فرانس کے' پانچ اٹلی کے' ایک سویڈن کا' ایک روس کا' ایک ترکی کا' ایک جزائر کا' ایک ہندوستان کا' یہ انسائیکلو پیڈیا تین زبانوں یعنی جرمنی (کذا: جرمن)' انگریزی اور فرانسیسی میں شائع ہو رہا ہے۔" (شمارہ جنوری ۱۹۲۷ء)

"علامہ اقبال کی مشہور کتاب پیام مشرق کا ترجمہ ہانس مائنکے نامی ایک جرمن شاعر نے جرمنی زبان میں شروع کر دیا ہے۔ تقریباً" پندرہ نظمیں ترجمہ ہو چکی ہیں مترجم نے ان نظموں کے ترجمے کو چمڑے کے کاغذ پر اپنے قلم سے لکھ کر ہدیتہ" اور تذکاراً" علامہ اقبال کی خدمت

میں بھیجا ہے۔" (شمارہ جنوری ۱۹۲۷ء)

"پہلی صدی ہجری کی اسلامی فتوحات کے متعلق عربی زبان میں تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے' لیکن یہ کمی محسوس کی گئی ہے کہ یہ ذخیرہ تمام تر بعد کے مورخین کے قلم سے مدون ہوا ہے۔ خود اس عہد کی کوئی قلمی شہادتیں موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فتوحات مصر و شام کی تاریخی روایات پر زمانہ حال کے نکتہ چینوں نے اعتراضات کیے ہیں اور بعض سرگزشتوں کی نسبت خیال کیا ہے کہ مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔

حال میں مشہور انگریز مستشرق ڈاکٹر رائٹ کو ایک سریانی تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دمشق کے کسی مسیحی عالم کی تحریر ہے جو فتوحات شام کے زمانہ میں موجود تھا اور اکثر واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ بدقسمتی سے اس وقت تک پوری کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ صرف ایک صفحہ ملا ہے' وہ بھی دستبرد زمانہ سے محفوظ نہیں۔ اس میں کل ۲۹ سطریں ہیں' سات ابتدائی سطریں تو کیڑے نے بالکل کھا ڈالی ہیں' باقی سطروں میں بھی جابجا الفاظ مٹ گئے ہیں' یا کرم خوردہ ہیں۔ زمانہ حال کے مشہور مستشرق پروفیسر نولڈ (نولڈ کے) نے اس صفحہ کی عبارت حل کی ہے اور اس پر ایک مختصر رسالہ شائع کیا ہے۔" (شمارہ جولائی ۱۹۲۷ء)

"تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہے' وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب "تاریخ الاسلام" و "طبقات المشاہیر الاسلام" ہے جو تاریخ کبیر ذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جس قدر تاریخیں لکھی گئی ہیں' سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متاخر مورخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں' لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔ ۱۸۹۹ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر دی گوئے (De Goeia) نے ایک یادداشت اس کتاب کے متعلق شائع کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسری اور چوتھی آکسفورڈ میں ہے' تیسری روم اور قاہرہ میں ہے' چھٹی' ساتویں اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نویں سے لے کر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایاصوفیہ میں موجود ہے' لیکن ساتھ ہی یہ معلوم ہوتا

ہے کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک ان کے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں، مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہے۔ شائقین علم یہ سن کر نہایت خوش ہوں گے کہ جرمنی کے پروفیسر ہارٹ نے اس کا مکمل نسخہ مرتب کرلیا ہے، بلکہ اس کی طباعت کا اہتمام بھی شروع ہو گیا ہے، پندرہ سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھی۔" (شمارہ جولائی ۱۹۲۷ء)

"آشور (اسیریا) اور بابل کا مابین النہرین تمدن، تاریخ قدیم کی وہ عجیب داستان ہے جو ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمین صرف اینٹوں ہی کی زبانی سنی جاسکتی ہے۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ حال ہی میں شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی - ڈی لکنبل نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے، اس کا تمام تر ماخذ و دارومدار آثار قدیمہ پر ہے۔ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعے حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کر دی ہیں۔ تاریخ کی ابتدائی روشنی کے زمانے سے لے کر اس عہد تک جب سرزمین نینوا تباہ ہوئی تھی، تمام حالات و واقعات مندرج ہیں۔" (شمارہ جولائی ۱۹۲۷ء)

"حال ہی میں ایک فرانسیسی اہل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئی قسم کے تاریخی موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اٹھارہویں صدی میں مغرب و مشرق کا اتصال، رکھا ہے۔ اس میں ان تمام یورپین اشخاص کے حالات جمع کیے ہیں جنہوں نے اٹھارہویں صدی میں مشرقیت اختیار کر لی تھی جس سے اس کا مقصود مشرقی ممالک کی رسوم، معاشرت، وضع قطع اور ذوق و فکر کو اس طرح اختیار کرنا ہے گویا مغربیت ترک کرکے مشرقیت اپنے اوپر طاری کرلی ہو۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کی تمام اقوام کی ایک بڑی تعداد نے اپنا وطن ترک کرکے ترکی، مصر، شام، عراق، ہندوستان اور چین میں توطن اختیار کرلیا تھا، اپنا مغربی جامہ اتار کر سرتاپا مشرقی جامہ پہن لیا تھا۔" (شمارہ جولائی ۱۹۲۷ء)

"پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں، کہیں ان کا کوئی حصہ ہے اور کہیں کوئی حصہ، کسی جگہ ایک حصہ مسلم ہے اور باقی ناقص، دوسری جگہ دوسرا حصہ محفوظ و صحیح ہے اور پہلا ناقص ہوگیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے، لیکن ضخامت پوری

ہے' کسی کی ضخامت ناقص' مگر کتاب اچھی ہے' اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل و صحیح و سالم نسخہ حاصل و فراہم کرنے کا نام یادداشت ہے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے' اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے اور اس طرح ایک صحیح و مکمل مرتب کر لیا جاسکتا ہے۔

مستشرقین یورپ کا نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنا قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کا ایک نہایت قیمتی ذخیرہ ہے۔ یہ ان کے ذوق علم اور محنت و جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہے۔ یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں' مگر بعض کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا بھی نتیجہ ہیں۔ زمانہ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیکے اور پروفیسر گولڈ زیہر کی یادداشتیں شائع ہوئی ہیں جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔" (شمارہ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

"حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوارٹ نے شائع کی ہے جو پیرس میں چھپ کر آئی ہے۔ اس میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کیے ہیں' بلکہ گزشتہ دور کے دو بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان اور پروفیسر وین برگ کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی بعض ضروری فوائد اخذ کیے ہیں۔

پروفیسر ہیوارٹ موجودہ عہد کے ایک مستند فرانسیسی مستشرق ہیں اور پیرس کے مدرسہ لغات حیہ عالم کے معلم ہیں' اسلامی و عربی علوم پر ان کی مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب' تاریخ ادبیات عرب' تاریخ بغداد جدید وغیرہ مشہور متداول کتابیں ہیں۔ ابو زید بلخی کی کتاب "الخلیفہ" انہی کی سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کامی فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی' دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ اس میں ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہے۔"
(شمارہ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

"فرقہ معتزلہ کے عقائد و آغاز کی ایک نہایت قدیم تصنیف کتاب الانتصار علی الرد علی ابن الراوندی' شائع کی گئی ہے۔ یہ کتاب ابوالحسن عبدالرحیم بن محمد بن الخیاط کی تصنیف ہے۔ اپسالا یونیورسٹی (سویڈن) کے ایک پروفیسر ڈاکٹر نیبرگ نے اس کو قاہرہ کے کتب خانہ سلطانی کے ایک

نادر اور واحد نسخہ سے اخذ کرکے ایک مفصل عربی دیباچہ شامل کرکے مصر سے جنتہ التالیف والنشر کے خرچ پر شائع کیا ہے۔" (شمارہ اکتوبر ۱۹۲۷)

"امریکہ کے ایک مشہور اہل قلم ایڈورڈ طامس نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام اس نے Other Side of The Medal یعنی تصویر کا دوسرا رخ رکھا ہے۔ اس کتاب میں قابل مصنف نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے رعب و ہیبت کے مظاہرے کے لیے جو خون ریزیاں جائز رکھی تھیں، ان کے واقعات و حوادث مستند مصادر سے اخذ کرکے یکجا کردیئے ہیں، تاکہ اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رخ بھی دنیا کے سامنے آجائے۔

اس غدر کا ایک رخ تو وہ تھا جو باغی فوج نے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں وحشیانہ طرز عمل اختیار کرکے بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا اور اس تصویر کا دوسرا رخ وہ تھا جو انگریزوں نے باوجود دنیا کی ایک زبردست حکمران اور قابو یافتہ قوم ہونے کے انتقام و غضب کی وجہ سے غیر مسلح، غیر محارب اور یک قلم بے گناہ ہندوستانیوں کو بڑی بے دردی سے قتل کرڈالا تھا۔

اس کتاب میں اس آخری رخ تصویر کا بیان ہے اور ثابت کیا ہے کہ تصویر کے دوسرے رخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مرقع ہے یا وحشت و ہولناکی کا؟ وہ پہلے رخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ ہے؟ دنیا کی ان حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنہیں انتقام و غضب کے مواقع پر اپنی سیرت کے مظاہرہ کا موقع ملا ہے، انگریز قوم کس جگہ کی مستحق ہے۔ اس نے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتح یاب ہوکر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا۔ تاریخ کو اس کے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ انگریز مورخین نے غدر کے متعلق سینکڑوں کتابیں لکھیں، لیکن سب کی سب تصویر کے پہلے رخ کے متعلق ہیں۔ تصویر کے دوسرے رخ کو عملاً" چھوڑدیا، اس لیے یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ (شمارہ جنوری ۱۹۲۸ء)

"مسٹر ہرے چارلس لیوک نے فلسطین سے کتاب شائع کی ہے، اس کا نام اور موضوع شام و فلسطین کے فرقے ہے اور قابل مصنف نے اپنے بیانات کی تحقیق کی غرض سے شام کا سفر کیا۔ جہاں سے اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے مصدقہ حالات حاصل کرکے اس موضوع پر نہایت معتبر اور

مستند طریقہ سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف فلسطین کی ساٹھ لاکھ آبادی، چالیس مختلف زبانیں بولتی ہے۔ وہ ۶۵ مستقل فرقوں میں منقسم ہے۔ ان میں ایک فرقہ اسماعیلیہ ہے جو جنگ صلیبی کے زمانہ میں بہت مشہور ہوگیا تھا۔ اس فرقہ کے بعض اسلاف کے نہایت دلچسپ حالات کا ذکر ہے۔ اس فرقہ کے معتقد اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں اس قدر شدت سے آمادہ کار رہتے تھے کہ دوسروں کے قتل یا خودکشی بھی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ دور حاضرہ کے فرقہ اسماعیلیہ نے اپنی تمام پرانی رسمیں ترک کردی ہیں، لیکن ابھی تک ایک نوجوان خاتون کو سیاہ لباس پہنا کر اس کے سر پر پھولوں کا تاج رکھنے کی رسم باقی ہے۔ قارئین کرام کی مزید اطلاع کے لیے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ایک مدت سے اس فرقہ اسماعیلیہ کو "دروز" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور ان کے عقاید میں بھی بہت تغیر و تبدل پیدا ہو چکے ہیں۔ اگر اسے اسماعیلیہ کی ایک شاخ کہا جائے تو نہایت موزوں ہے۔

اس فرقہ کے علاوہ اور بھی متعدد فرقوں اور ان کے عقاید کا بھی کتاب میں تذکرہ ہے۔ مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات ہیں اور جن کی وجہ سے اکثر خانہ جنگیاں رونما ہوتی ہیں، نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔

اس ملک میں اگرچہ فرقوں کے اعتبار سے مسیحی فرقوں کی تعداد اسلامی فرقوں سے کہیں زیادہ ہے، لیکن آبادی کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابلے میں تین ہیں۔ قابل مصنف نے ان قوموں کے حالات کے ساتھ ساتھ تقابل کے طور پر ترکوں کے اس برتاؤ کی مثالیں بھی درج کی ہیں، جو وہ اپنی عیسائی اور یہودی رعایا کے ساتھ کرتے تھے، چنانچہ اس نے ان احکام کی نقلیں بھی درج کی ہیں جن کے ذریعہ ارمنیوں، پادریوں اور یہودیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت ملتی تھی۔ حکم ناموں کی نقلوں کے بعد مصنف نے موجود طرز حکومت سے موازنہ کرکے اول الذکر کو ترجیح دی ہے۔ (شمارہ جنوری ۱۹۲۸ء)

"عورتیں بابل کے قانون میں" کے نام سے ایک کتاب مسٹرجان ایل ربک نے لکھی ہے اور اس میں بتلایا ہے کہ عورتوں نے قدیم بابلیوں کے عہد سے موسوی شریعت تک اپنے حقوق و مرتبہ میں کیا کیا ترقی کی۔ مصر کے ایک فاضل اہل قلم استاد سلیم عقانے اس کا عربی ترجمہ حال میں شائع کیا ہے اور اس کا نام "مرکز المراۃ فی قانون حمورابی وفی القانون الموسوی" تجویز کیا ہے۔ یہ کتاب حمورابی اور بنی اسرائیل کے عہد حکومت کی شریعتوں اور قوانین کا نہایت بے نظیر مرقع

ہے۔ عہد اول میں عورتیں مردوں سے روپوش رہتی تھیں۔ باپ اپنی لڑکیوں کو چند روپوں کے بدلے فروخت کردیتا تھا۔ مرد اپنی بیوی کو یہ کہہ کر طلاق دے دیتا کہ تو میری اب بیوی نہیں' اور اگر بیوی اپنے شوہر کو ایسا کہہ دیتی تو وہ سوسائٹی اور قانون دونوں کے نزدیک قابل مواخذہ تھی' اور اسے غرقاب کردیا جاتا۔ ان کے دینی و مذہبی معتقدات کی بنا پر ہر عورت کے لیے ضروری تھا کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہیکل زہرہ میں جاتی اور کسی شخص سے --- لیکن بابلیوں کے عہد حکومت کے بعد عورت کو اجازت ہوگئی کہ وہ معقول وجوہ کی بنا پر خلع کرا سکتی تھی۔ بسااوقات عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی جاتی' وہ دریا میں ڈال دی جاتیں۔ اگر پانی کی سطح پر آجاتیں تو پاکباز خیال کی جاتیں اور اگر غرقاب ہو جاتیں تو مجرمہ ٹھہرائی جاتیں۔ بنی اسرائیل کے دور میں بھی عورتوں کے حقوق حمورابی دور کے مانند رہے۔ اس کے بعد موسوی عہد میں عورتوں کے حقوق و مراتب میں بہت کچھ اصلاح ہوگئی' مگر افسوس کہ موئف نے اسلامی شریعت کو پیش نظر نہیں رکھا' ورنہ اس کے سامنے عورت کے حقوق و مراتب' انسانیت و شرافت کے معیار پر پورے اترتے۔ (شمارہ جنوری ۱۹۲۸ء)

ڈاکٹرنیلسن (کوپن ہیگن یونیورسٹی) نے عرب کی قدیم تاریخ' تمدن' مذہب' زبان' کتبات اور دیگر آثار کے متعلق ایک جامع تاریخ مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی امداد اور اس کام کی انجام دہی کے لیے چار جرمن مستشرقین جو عرب قدیم کی اثریات کے ماہر خصوصی ہیں' ان کے شریک کار ہیں۔

عرصہ ڈیڑھ سو سال کا گزرا کہ ڈنمارک کے ایک سیاح و عالم "نی بھر" نے عرب اور خصوصاً" یمن کے آثار قدیمہ و عتیقہ کا علمی لحاظ سے مطالعہ کیا اور اپنے اسی سفر کے حالات کو ایک مستند کتاب میں جمع کیا تھا' لیکن ڈاکٹر نیلسن نے جو کتاب شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ زمانہ حال میں جو اس وقت تک نئی تحقیقات ہو چکی ہیں' ان کے نتائج کو کتابی صورت میں یکجا پیش کردیا جائے اور آج سے چند سال پیشتر بھی ڈاکٹر موصوف عرب کے قدیم مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یمن کے آثار قدیمہ کے مشہور محقق ڈاکٹر اِدوارد گلازر نے بھی اندرون عرب سے بہت سے کتبے حاصل کئے تھے جو اب وین (آسٹریا) کی مجلس علمی میں محفوظ ہیں۔ اور ڈاکٹر موصوف اپنی زندگی ہی میں ان کتبات کے متعلق اپنی تحقیقات شائع کرگئے تھے' لیکن اب انتظام یہ کیا گیا ہے کہ ان تمام قیمتی اور پراز معلومات

کتبات کو ترجمہ اور مزید تشریح کے ساتھ اس کتاب میں شائع کردیا جائے' تاکہ علماء کے لیے یہ کتاب عرب قدیم کے متعلق ایک ایسا مواد ومسالہ بہم پہنچائے جس کا اب تک کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور جنوبی عرب' سبا' معین اور ثمود وغیرہ کے متعلق بہت سی نئے معلومات کا ذخیرہ بن سکے۔ (شمارہ جنوری ۱۹۲۸ء)

حواشی

۱ - "الہلال بک ایجنسی" کے بانی و مالک اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مولوی عبدالعزیز نامی ایک بزرگ تھے۔ ۴۶-۱۹۴۵ء میں شائع ہونے والی کتابوں میں "آفندی برادرس" کو مالک قرار دیا گیا ہے۔ "آفندی برادرس" میں سے ایک بھائی ابوبکر آفندی کا نام بطور ناشر شائع ہوتا رہا ہے۔

۲ - (الہلال بک ایجنسی کی) مستقل رکنیت کے فوائد' سہ ماہی "صبح سعادت" (لاہور)' اپریل ۱۹۲۸ء' ص ۷۹

۳ - ایضاً" ص ۷۹

۴ - اردو میں امام ابن تیمیہ کی پہلی سوانح حیات تھی جو ۱۹۲۵ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ مولانا غلام رسول مہر کی اس اولیں تصنیف میں عقیدت کا رنگ غالب ہے اور اس وقت امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں معلومات کی جو کمی تھی' اس کے باعث متعدد اغلاط بھی موجود ہیں۔ بعد میں امام ابن تیمیہؒ کی سوانح و افکار پر بہتر کتابیں شائع ہونے کے باعث مولانا مہر نے اسے دوبارہ شائع کیا اور نہ بالعموم ذکر ہی کیا۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی تالیف "سوانح امام ابن تیمیہ" (اشاعت اول' ۱۹۴۰' ثانی ۱۹۷۹ء) اور شیخ ابوزہرہ کی تالیف "حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ" (ترجمہ سید رئیس احمد جعفری' اشاعت اول' ۱۹۶۱ء) پر مولانا مہر کے "پیش لفظ" دیکھیے۔

۵ - سہ ماہی "صبح سعادت" جلد۱ (جنوری ۱۹۲۷ء) شمارہ۱' صفحات ۱-۲

۶ - ایضاً" جلد۱ (اکتوبر ۱۹۲۷ء) شمارہ۴' ص ۳